امام فخر رازیؒ

(از جناب مولانا عبید الرحمٰن صاحب طالب رحمانی مبارکپوری)

اس سے قبل محدث کی دو اشاعتوں میں "آسمانِ علم کے چند تابندہ ستارے" کے زیرِ عنوان سے چند نامور ائمۂ علم وفن اور ممتاز ہستیوں کا تعارف کرایا جا چکا ہے نامناسب ہوتا اگر اسی سلسلہ میں مفسر اعظم رئیس المتکلمین امام فخر الدین رازیؒ کی ہستی سے روشناس نہ کرایا جاتا اس لئے ذیل میں امام موصوف کے حالاتِ زندگی اور علمی کارناموں پر مختصر سی روشنی ڈالی جا رہی ہے۔

آپ کا اصل نام محمد ہے کنیت ابو عبد اللہ اور لقب فخر الدین ہے سلسلۂ نسب یہ ہے محمد بن عمر بن حسین بن حسن بن علی التیمی البکری۔ شہر "رے" میں پیدا ہونے کی وجہ سے آپ کو عربی میں خلاف قاعدہ نسبت رازی کہا جاتا ہے یورپین تذکرہ نویسوں نے آپ کا ذکر ریزز کے نام سے کیا ہے جو رازی ہی سے بنایا گیا ہے۔

زمانہ قدیم میں ایران میں ایک شہر رے تھا بقول بعض مورخین اس کی جگہ آج کل ایران کا پایہ تخت طہران آباد ہے لیکن مشہور مستشرق براؤن پروفیسر کیمبرج یونیورسٹی اپنی جغرافیائی تحقیق کی بنا پر لکھتے ہیں کہ رے ایران کے موجودہ پایہ تخت طہران سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور یہ سب سے قدیم ایرانی شہروں میں سے ایک شہر تھا بڑے بڑے باکمال اہلِ علم اس شہر میں پیدا ہوئے۔ امام رازی رحمہ اللہ بھی ۲۵ رمضان ۵۴۴ھ میں اسی شہر میں پیدا ہوئے اور اپنی بے پناہ خداداد ذکاوت و ذہانت اور علمی فضیلت کی بنا پر دنیا میں عالمگیر اور غیر فانی شہرت حاصل کر گئے۔

ابتدائی تعلیم

یوں تو سرزمین رے میں گھر گھر علم کا چرچا تھا ہر شخص بادۂ علم وعرفان میں سرشار نظر آتا تھا۔ لیکن امام رازی کا خاندان بڑے بڑے باکمال اہل علم وفن پر مشتمل تھا چنانچہ آپ کے والد بھی وقت کے بہت بڑے عالم تھے۔ امام صاحب کو ذکی وفہیم اور ذہین وہونہار پاکر بہت خوش ہوئے اور نہایت توجہ سے تربیت دی اور اپنے ہی سایۂ عاطفت میں رکھکر ابتدائی تعلیم دینی شروع کی۔ چنانچہ امام صاحب نے جب تک آپ کے والد زندہ رہے انہی کی خدمت میں رہ کر تعلیم حاصل کی اور علم اصول وغیرہ انہی سے حاصل کیا جب آپ کے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا تو علامہ کمال سمعانی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ فقہ کے بعد آپ کو معقولات کا شوق ہوا۔ اس زمانہ میں مجد الدین جیلی ان علوم وفنون میں نہایت کمال رکھتے تھے

ع‍ ۵۔ فصول اکبری۔ معجم البلدان۔ یاقوت حموی۔

اور امام صاحب کے وطن یعنی "رے" میں مقیم تھے۔ امام صاحب نے ان کی خدمت میں تحصیل شروع کی اور برابر کسب فیض کرتے رہے چند روز کے بعد جب مجدالدین جیلی درس دینے کے لئے "مراغہ" میں طلب کئے گئے تو امام صاحب بھی ساتھ گئے اور مدت تک ان کی خدمت میں رہ کر فلسفہ اور علم کلام کی تحصیل کرتے رہے۔ فارغ التحصیل ہو کر خوارزم کا رخ کیا۔ وہاں مسائل عقائد میں علماء سے مناظرہ ہوا جس کی وجہ سے لوگ ان کے مخالف ہو گئے اور مجبوراً آپ کو وہاں سے نکلنا پڑا خوارزم سے نکلکر ماوراءالنہر پہنچے وہاں بھی یہی واقعہ پیش آیا اس لئے ناچار اپنے وطن رے میں واپس آئے۔

مال و دولت کا حصول

دنیا میں وہ لوگ نہایت خوش قسمت اور خوش نصیب خیال کئے جاتے ہیں جنھیں علوم و فنون کی دولت اور علمی جاہ وجلال کے ساتھ ساتھ روپے پیسے اور مال کی فراوانی بھی میسر ہو امام صاحب اگرچہ ابتداء میں تونگر اور ذی ثروت نہ تھے مگر بعد میں آپ کو قدرت کی طرف سے بہت بڑا مال و دولت کا خزانہ عطا ہوا چنانچہ مشہور مورخ علامہ ابن خلکان کا بیان ہے کہ رے میں ایک بہت بڑا ماہر حکیم تھا جس کو خدا تعالیٰ نے بہت بڑی دولت سے نوازا تھا لیکن اس کی اولاد میں صرف دو لڑکیاں تھیں امام صاحب کے بھی دو لڑکے تھے۔ جب طبیب بیمار ہوا اور اسے اپنی زیست کی امید نہ رہی تو اپنی لڑکیوں کا نکاح امام صاحب کے بیٹوں سے کر دیا چند روز کے بعد وہ مر گیا چونکہ اس کی اولاد ذکور نہ تھی اس لئے اس کی تمام دولت اور سارا مال و متاع امام صاحب کے قبضے میں آگیا اور اس طرح آپ علوم و فنون کی دولت سے مالامال ہونے کے ساتھ ساتھ روپے پیسے کی دولت سے بھی سرفراز ہو گئے۔ سچ ہے ؎

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال جو آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

امام صاحب ابتداء میں یا تو بالکل تنگدست تھے یا دفعتہً اسقدر دولت مند ہو گئے کہ شہاب الدین غوری فاتح ہندوستان نے ان سے ایک رقم کثیر قرض لی جب قرضہ ادا کیا تو اپنی طرف سے صلہ کے طور پر بہت بڑی رقم اس پر اضافہ کی۔

سلاطین کی نظر میں امام صاحب کی قدر و منزلت

مالی حالت اور دنیوی کروفر کے ساتھ امام صاحب کا علمی جاہ وجلال اس رتبہ پر پہنچا کہ سلاطین عہد خود ان کی ملاقات کے لئے خدمت میں حاضر ہوتے تھے، محمد بن تکش خوارزم شاہ جو اس زمانہ کا سب سے بڑا فرمانروا تھا اور جس نے خراسان اور ماوراءالنہر کا شغر عراق کے اکثر حصے فتح کر لئے تھے اکثر ان کے دربار میں حاضر ہوتا تھا۔

ایک دفعہ جب امام صاحب ہراۃ کو گئے تو وہاں کا فرمانروا حسین خرمیں ان کے استقبال کو نکلا اور بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ لاکر ایوانِ شاہی میں اتارا پھر ایک بڑا دربار کیا جس میں تمام علماء اور امراء وغیرہ حاضر تھے۔ امام صاحب

صدر میں تشریف فرما ہوئے آپ کے دائیں بائیں ترکی غلاموں کی صفیں تلواریں ٹیک کر کھڑی ہوئیں یہ غلام خود امام صاحب کے مملوک تھے اور ہمیشہ ان کی رکاب میں رہتے تھے مجلس منعقد ہوچکی تو حسین شاہ والئ ہرات آیا۔ امام صاحب کی خدمت میں آداب بجالایا۔ امام صاحب نے اس کو اپنے پہلو میں جگہ دی تھوڑی دیر کے بعد شہاب الدین غوری فاتح ہندوستان کا بھانجا سلطان محمود آیا امام صاحب نے اس کو دوسرے پہلو میں جگہ دی۔ امام صاحب زیادہ تر ہرات میں ایوانِ شاہی میں قیام رکھتے تھے یہ عظیم الشان عمارت جو ہر قسم کے سازو سامان سے آراستہ رہتی تھی خوارزم شاہ نے ان کو ہبہ کردی تھی۔

علمی شہرت اور فضل وکمال

امام صاحب اپنی ذکاوت وفطانت اور تبحر علمی کی وجہ سے بہت جلد اکناف عالم میں مشہور ہوگئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کے علم اور فضل وکمال کی شہرت اس درجہ گوش زد عوام وخواص ہوئی کہ آپ سے کسب فیض کرنے کے لئے اطراف عالم سے بڑے بڑے علماء وفضلاء کی جماعت سینکڑوں ہزاروں کوس کا سفر کرکے آتی تھی اور مختلف علوم وفنون کے مسائل ان سے حل کرکے چلی جاتی تھی جب ان کی سواری نکلتی تھی تو تقریباً تین سو علما اور مستعدین رکاب کے ساتھ چلتے تھے۔ الغرض امام صاحب ان چیدہ علماء میں سے تھے جنھیں دنیوی جاہ وجلال کے ساتھ ساتھ بہت بڑا علمی کمال اور فنی مرتبہ بھی حاصل تھا۔

وعظ وخطابت

دنیا میں ایسے لوگ بہت کم ملتے ہیں جنھیں تبحر علمی اور فنی قابلیت کے ساتھ ساتھ وعظ و خطابت اور تقریر وتحریر میں بھی ملکہ اور یدطولیٰ حاصل ہو، لیکن امام صاحب کو جہاں ذکاوت وفطانت اور تبحر علمی میں اپنے معاصرین پر فوقیت حاصل تھی وہاں وعظ وخطابت اور تقریر وتحریر میں بھی کمال حاصل تھا۔ آپ عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں تقریر کی مہارت رکھتے تھے آپ کی تقریر نہایت فصیح وبلیغ پر مغز اور موثر ورقت انگیز ہوتی تھی کہ سامعین وجد میں آجاتے اور ان پر اس قدر رقت کا عالم طاری ہوتا کہ ہر شخص آبدیدہ ہوجاتا آپ کی مجلس وعظ میں نہ صرف عوام ہی ہوتے بلکہ دور دراز سے امراء وسلاطین کی جماعت بھی آکر شریک ہوتی تھی۔ آپ کے وعظ وتذکیر کا ہی یہ اثر تھا کہ فرقہ کرامیہ اور اس .... دور کے دوسرے فرق ضالہ میں سے بہتوں نے اپنے عقائد باطلہ سے توبہ کی۔

اولاد واحفاد

امام صاحب کے دو بیٹے تھے جن میں ایک کا نام محمد اور دوسرے کا نام محمود تھا۔ اول الذکر فضل و کمال میں امام صاحب کے سچے جانشین ثابت ہوئے۔ امام صاحب کو ان سے غایت درجہ محبت تھی اور اسی محبت کا نتیجہ تھا کہ امام صاحب نے اکثر تصانیف انھیں کی تعلیم کی غرض سے لکھیں چنانچہ ایک مشہور فاضل کا قول ہے۔ محمد بن فخر الدین الرازی قد بلغ رتبة الفضل والکمال عند ابیه وکان الامام یحبه کثیرا وصنف اکثر مصنفاته لاجله وذکر اسمه فی بعض مصنفاته۔ افسوس کہ امام صاحب کی امید وآرزو کی یہ کلی اچھی طرح

کھلنے نہ پائی تھی کہ عین عنفوان شباب میں مرجھا گئی۔

اخلاق وعادات امام صاحب متوسط القامتہ تھے اور آپ کا بدن دوہرا سینہ چوڑا تھا ڈاڑھی گھنی تھی آواز بلند اور پرہیبت تھی آپ باوجود ذی ثروت ہونے کے بہت رحم دل واقع ہوئے تھے۔ خصوصاً جانوروں کے ساتھ آپ غایت درجہ مہربان واقع ہوئے تھے۔ چنانچہ مشہور ادیب علامہ شرف الدین کا بیان ہے کہ امام صاحب جس وقت خوارزم کے مدرسہ میں درس دے رہے تھے میں بھی حاضر تھا اس وقت سخت سردی پڑ رہی تھی اور برف بھی گر رہی تھی۔ اتفاق سے عین درس اور تقریر میں ایک کبوتر جس پر ایک باز نے حملہ کیا تھا اس طرف آنکلا اور تھک کر ٹھیک امام صاحب کے سامنے گرا۔ باز حاضرین کا ہجوم دیکھکر اور کسی طرف نکل گیا لیکن کبوتر باز کے خوف اور سردی کی شدت کی وجہ سے نہ اُڑ سکا اور وہیں پڑا رہا امام صاحب جب درس سے فارغ ہوئے تو کبوتر کے پاس آکر کھڑے ہوگئے آپ کو اس کی حالت زار پر بہت زیادہ رحم آگیا آپ نے اس کی دلدہی کے لئے اسے ہاتھ میں اٹھالیا علامہ شرف الدین نے آپ کے رحم وکرم کے اس منظر کو دیکھکر برجستہ یہ شعر کہا۔

من نبأ الورقاء ان محلکم ۔ حرم وانک ملجأ للخائف

یعنی کبوتر کو کس نے بتا دیا تھا کہ آپ کا آستانہ حرم ہے اور یہ کہ آپ خوف زدہ لوگوں کے پناہ ہیں۔

تصانیف امام صاحب کو جہاں وعظ وخطابت اور تقریر وتحریر میں خداداد ملکہ حاصل تھا وہاں تصنیف و تالیف اور تحریر میں بھی کافی مہارت حاصل تھی چنانچہ آپ نے اپنی زندگی میں درس وتدریس اور تبلیغی مشاغل کے ساتھ متعدد علوم وفنون میں کتابیں لکھیں جن میں آج سب سے بلند پایہ تصنیف قرآن مجید کی وہ ضخیم تفسیر مفاتیح الغیب ہے جو تفسیر کبیر کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کی یہ تفسیر آپ کے تبحر علمی کثرت معلومات دقتہ نظر، اور علمی کمال کی بہت بڑی دلیل ہے۔ ذیل میں امام صاحب کی چند تصانیف ذکر کی جاتی ہیں۔

تفسیر سورۂ فاتحہ دو جلدوں میں جس کا نام مفاتیح العلوم رکھا ہے۔

(۲) شرح اسماء الحسنیٰ۔ یہ رسالہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کی شرح اور توضیح میں لکھا ہے۔ اس رسالہ کا نام لوامع البینات فی شرح اسماء اللہ تعالیٰ والصفات رکھا ہے۔ اس رسالہ کی ابتداء ان الفاظ سے کی ہے الحمد للہ الذی حارت الافکار فی منافذ انوار کبریائہ الخ رسالہ کو تین قسموں پر ترتیب دیا ہے۔ اول مبادی میں ثانی مقاصد میں ثالث لواحق میں۔ (۳) مطالب عالیہ (۴) نہایۃ العقول۔ (۵) اربعین فی اصول الدین۔ (۶) محصل (۷) البیان والبرہان۔ (۸) مباحث عمادیہ (۹) تہذیب الدلائل۔ (۱۰) تاسیس التقدیس۔ (۱۱) ارشاد النظار الی لطائف الاسرار۔ (۱۲) اجوبۃ المسائل النجاریۃ (۱۳) تحصیل الحق۔ (۱۴) زبدہ (۱۵) کتاب القضاء والقدر۔ (۱۶) تعجیز الفلاسفہ۔ (۱۷) عصمۃ الانبیاء (۱۸) کتاب الخلق والبعث

(۱۹) خمسین فی اصول الدین (یہ سب کتابیں علم کلام میں ہیں) (۲۰) المحصول (اصول فقہ میں) (۲۱) الملخص (۲۲) شرح عیون الحکمۃ (۲۳) شرح اشارات بوعلی سینا (فن حکمۃ میں) (۲۴) شرح وجیز للغزالی (فقہ میں)۔ (۲۵) شرح کلیات قانون (طب میں) شرح مفصل للزمخشری (نحو میں) (۲۶) مفاتیح الغیب المعروف بہ تفسیر کبیر ۱۲ جلدوں میں۔ اس تفسیر کی ابتدا ان الفاظ سے ہوئی ہے الحمد للہ الذی وفقنا لاداء افضل الطاعات امام صاحب اس کی وجہ تالیف یہ تحریر فرماتے ہیں کہ بسا اوقات میں یہ کہا کرتا تھا کہ سورۂ فاتحہ سے ہزاروں مسائل مستنبط کئے جاسکتے ہیں لیکن میرے حاسدین اسے بہت مستبعد خیال کرتے تھے اس لئے میں نے یہ تفسیر لکھنی شروع کی اور شروع میں ایک مقدمہ لکھا تاکہ جس سے واضح ہوجائے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ بالکل صحیح اور ممکن الحصول ہے۔

خصوصیات تفسیر کبیر

امام صاحب کا فن تفسیر میں کیا رتبہ تھا اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ اکثر جب کتب تفسیر میں امام کا لفظ بغیر نام کے آتا ہے تو آپ ہی کی ذات شریف مراد ہوتی ہے ؎۵ تفسیر کبیر بعض ایسی خصوصیات کی حامل ہے جو اور کتب تفسیر میں نہیں پائی جاتیں ہم ذیل میں اُن بعض خصوصیات کو ذکر کرتے ہیں۔

(۱) یوں تو امام صاحب سے پہلے بہت سی تفسیریں لکھی گئیں لیکن ان میں کوئی بھی عقلی مذاق پر نہیں لکھی گئی تھی یعنی قرآن مجید کے جن مقامات پر مخالفوں کی طرف سے اعتراضات وارد کئے جاتے تھے ان کے جواب کسی نے عقلی اصول کے موافق نہیں دیئے تھے بلکہ صرف نقل و روایت پر اکتفا کیا تھا امام صاحب ہی کی وہ ہستی ہے جس نے اشاعرہ کے گروہ میں سب سے پہلے اس طرز پر تفسیر لکھی اور اس رتبہ کی لکھی کہ آج تک اس سے بہتر نہیں لکھی جاسکی۔ اگرچہ جیسا کہ ان کا عام انداز ہے وہ وسعت بیان اور تبحر علمی کے رد میں رطب و یابس کی تمیز نہیں کرتے اور سینکڑوں ایسی اوچھی اور سرسری باتیں لکھ جاتے ہیں جو مناسب نہیں ہوتیں تاہم ان حشو اور زوائد کے ساتھ سینکڑوں ایسے دقیق اور معرکۃ الآرا مسائل حل کئے ہیں جن کا کسی اور کتاب میں نام و نشان بھی نہیں ملتا۔

(۲) امام صاحب نے اس تفسیر میں عقائد کے بہت سے اہم مسائل کو عقلی اصول کے موافق حل کیا ہے۔

(۳) امام صاحب نے نہایت مہتم بالشان اور قابل قدر خصوصیت جو اس تفسیر میں ودیعت کی ہے وہ قرآن مجید کے قصص اور روایات کی صحیح تشریح ہے۔ قرآن مجید میں انبیائے بنی اسرائیل اور امم سابقہ کے بہت سے قصے اور حکایتیں اجمالاً مذکور ہیں ان قصوں کے متعلق یہودیوں میں نہایت دور از کار اور خلافِ عقل

؎۵ الفوائد البہیہ لمولانا عبدالحی رح

سینکڑوں روایتیں مشہور تھیں۔ یہودی جب اسلام لائے تو انھوں نے وہ تمام قصے قرآن مجید کی تفسیر میں شامل کر دیئے اور ان کو قرآن مجید میں چسپاں کر دیا یہ قصے دلچسپ اور پُر فریب تھے اور چونکہ وہ واعظوں اور مذکروں کی گرمیٔ محفل کے لئے جادو کا کام دیتے تھے ان کو بے انتہا قبول اور فروغ حاصل ہوا۔ نوبت یہ پہنچی کہ تمام تفسیریں ان قصوں سے بھر گئیں۔ محدث ابو جعفر محمد بن جریر طبری اس پایہ کے محدث اور مفسر تھے کہ ان کی تفسیر کی نسبت تمام محدثین و فقہا کا قول ہے کہ اسلام میں اس سے بہتر تفسیر نہیں لکھی گئی۔ تاہم یہ تفسیر بھی اس قسم کے قصوں سے خالی نہیں۔ زہرہ جو بابل کی ایک فاحشہ عورت تھی اس کا اسم اعظم کے اثر سے آسمان پر چلے جانا اور وہاں جاکر ستارہ بن جانا اس تفسیر میں بھی مذکور ہے اور بہ سند مذکور ہے غرض ایسی بہت سی روایتیں اور قصے ہیں جن سے مخالفین کو اسلام پر حملہ کرنے کا سب سے زیادہ موقع ہاتھ آیا۔ امام صاحب کے زمانہ تک یہ دوراز کار قصے اسی طرح مسلم چلے آئے لیکن امام صاحب نے نہایت دلیری اور بے باکی سے ان بیہودہ قصوں سے انکار کیا اور نہایت قوی دلیلوں سے یہ ثابت کیا کہ یہ قصے سرتاپا غلط ہیں۔

امام صاحب کے علمی کارنامے

امام صاحب نے یوں تو بہت سے علوم و فنون میں کتابیں لکھیں لیکن جن علوم کو ترقی دی وہ تفسیر، کلام، فلسفہ ہیں اگرچہ یہ مناسب بلکہ کسی قدر ضروری تھا کہ ہم یہاں امام صاحب کے ان ایجادات اور استنباطات کو ذکر کرتے جو ان علوم میں ان سے یادگار رہیں لیکن بخوف طوالت صرف ان کے ان علمی کارناموں کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں جو فلسفہ اور علم کلام کے متعلق ان سے ظہور پذیر ہوئے۔

(۱) امام صاحب نے فلسفہ کے رد کرنے سے پہلے یونانیوں کے اصول کے مطابق فنون فلسفہ پر کتابیں لکھیں جس سے یہ ثابت کرنا مقصود تھا کہ آئندہ ان مسائل پر جو ردو قدح کریں گے آشنائے فن ہو کر کریں گے۔ امام صاحب کی فلسفیانہ تصنیفات میں شرح اشارات مباحث مشرقیہ مشہور کتابیں ہیں ان میں امام صاحب بیان مسائل کے ساتھ ساتھ فلسفہ کا رد بھی کرتے جاتے ہیں۔

امام صاحب سے پہلے فلسفہ پر جتنی کتابیں لکھی گئیں ان میں عموماً یہ خصوصیت پائی جاتی ہے کہ کسی کی سمجھ میں نہ آئیں اور یہ اصول مسلمانوں کے زمانے سے بھی پہلے سے چلا آتا ہے ارسطو نے فلسفہ کی جب تدوین کی تو افلاطون نے سخت ناراض ہو کر کہلا بھیجا کہ تم نے اسرار و رموز کا طلسم توڑ دیا۔ ارسطو نے جواب میں کہلا بھیجا کہ گو میں نے اسرار بیان کئے لیکن ایسے الفاظ میں بیان کئے کہ عام لوگوں کی دسترس سے باہر ہیں۔ مسلمانوں میں ارسطو کے فلسفہ کا سب سے بڑا مفسر ابن سینا ہے اس کی یہ حالت ہے کہ معمولی بات کو اسقدر ایچ پیچ کے ساتھ اور ایسی ہیبت اور پر رعب عبارت میں ادا کرتا ہے کہ وہی معمولی بات عالم ملکوت کے ما فوق الادراک الہامات معلوم

ہوتے ہیں چنانچہ شیخ کی کتاب اشارات کا جس نے مطالعہ کیا ہوگا اس کو اس کا اندازہ اچھی طرح ہوا ہوگا۔ امام غزالیؒ کے بعد امام رازیؒ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اس طلسم کو توڑ دیا۔ وہ دقیق سے دقیق اور پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلہ کو اس طرح تحلیل کرتے ہیں اور ایسے الفاظ میں ادا کرتے ہیں کہ معمولی استعداد والے شخص کی سمجھ میں آجائے۔ غرض فلسفہ کے وہ مسائل جو چیستاں اور معمے بنے ہوئے تھے امام صاحب نے انھیں بازیچۂ اطفال بنا دیا۔

علمِ کلام میں امام رازی کے کارنامے

دولتِ عباسیہ میں جب یونان و فارس کے علمی ذخیرے عربی زبان میں آئے اور تمام قوموں کو مذہبی مباحثات اور مناظرات میں عام آزادی دی گئی تو اسلام کو ایک بہت بڑے خطرے کا سامنا پیش آیا۔ پارسی عیسائی، یہودی، زنادقہ، ملحدین ہر طرف سے اٹھ کھڑے ہوئے اور فتوحات اسلام کے آغاز میں ان کو جو صدمہ اسلام کی تلوار سے پہنچ چکا تھا اس کا انتقام قلم سے لینا چاہا عقائد اور مسائل اسلام پر آزادی اور بیباکی سے نکتہ چینیاں کیں کہ ضعیف العقیدہ مسلمانوں کے اعتقاد متزلزل ہوگئے۔ علمائے اسلام نے نہایت شوق اور محنت سے فلسفہ سیکھا اور جو ہتھیار مخالفین اسلام نے اسلام کے مقابلہ میں استعمال کئے تھے انہی سے ان کے وار رد کئے۔ انہی معرکوں کے کارنامے ہیں جو آج علم کلام کے نام سے مشہور ہیں۔ علمِ کلام میں ابتدا ہی سے دو طریقے رائج ہوگئے تھے، عقلی و نقلی۔ نقلی علم کلام خود اسلامی فرقوں یعنی معتزلہ قدریہ جبریہ وغیرہ کے مقابلہ میں ایجاد ہوا تھا اور عقلی علم کلام فلسفہ اور دوسرے مذاہب کے مقابلہ کے لئے ایجاد ہوا تھا۔ علم کلام کی یہ دونوں قسمیں امام غزالی کے زمانہ تک بالکل الگ الگ رہیں۔ امام غزالیؒ نے اختلاط کی بنیاد ڈالی اور امام رازیؒ نے ترقی دی۔ نقلی علم کلام کی متعدد شاخوں میں ایک شاخ اشعریہ ہے جس کے بانی اول امام ابوالحسن اشعری ہیں۔ امام رازی اشعریہ طریقہ کے پیرو تھے۔ اول اول یہ طریقہ فلسفہ اور عقلیات سے خالی تھا بعد میں اس میں عقلیات اور فلسفے داخل کئے گئے۔ امام رازی نے اسے اس قدر ترقی دی کہ نقلی ہونے کے بجائے عقلی بن گیا۔ بہر حال علمِ کلام کے متعلق امام صاحب کے جو کچھ کارنامے ہیں ہم ان پر مختصری روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔

علمِ کلام حقیقت میں دو چیزوں کا نام ہے اثبات اور ابطال یعنی فلسفہ وغیرہ کا ابطال اور عقائد اسلام کا اثبات امام رازی نے دونوں حصوں کو لیا ہے۔ اپنی تفسیر میں پہلے پر زیادہ زور دیا ہے جس کو ہم خصوصیات تفسیر میں اجمالاً ذکر کر چکے ہیں۔

(۱) علم کلام کے متعلق امام صاحب کا بہت بڑا کارنامہ فلسفہ کا رد ہے۔ امام صاحب ہی ہیں جنھوں نے فلسفے کے مسائل کو سمجھ کر اس پر نہایت اہم اور ناقابل جواب اعتراضات کئے اور فلسفہ کی دیوار کو اعتراضات کے تیروں سے بالکل چھلنی کر دیا اور فلسفہ کی وہ عمارت جس کو یونانیوں نے بہت مستحکم خیال کیا تھا امام رازیؒ کے

اعتراضات کے پتھراؤ سے بہت کچھ متزلزل ہوگئی۔ علامہ قطب الدین رازی نے جو امام صاحب اور محقق طوسی شارح اشارات کے بیچ میں حکم ہوکر محاکمہ پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے امام صاحب کے بہت سے اعتراضوں کے مقابلے میں سپر ڈالدی۔

(۲) سب سے پہلے امام صاحب ہی نے کلام کو فلسفہ کے انداز پر لکھا اور فلسفہ کے سینکڑوں مسائل علم کلام میں مخلوط کردیئے ان کے بعد متاخرین نے آہستہ آہستہ علم کلام کو بالکل فلسفہ بنادیا۔

(۳) امام صاحب کا سب سے بڑا کارنامہ وہ کتابیں ہیں جو انھوں نے علم کلام میں تصنیف کیں، ہم ان کتابوں کو تصنیفات کے عنوان میں ذکر کرچکے ہیں۔

(۴) امام صاحب نے علم کلام کی بنیاد اشاعرہ کے عقائد پر قائم کی اور اس سینہ زوری سے اس کی حمایت کی کہ اشاعرہ کے جو مسائل تاویل کے محتاج تھے ان میں تاویل کا سہارا بھی نہ رکھا اور پھر ان کی صحت پر سینکڑوں دلیلیں قائم کیں۔

وفات

ہر زمانے میں یہ دستور رہا ہے کہ صاحب کمال اور بڑے لوگوں کے فضل وکمال کو دیکھکر ان پر حسد کرنیوالے بھی ہوتے ہیں جو ہمیشہ ان کے فضل وکمال کو دیکھکر جلتے رہتے ہیں اور اس تاک میں لگے رہتے ہیں کہ جلد ان کا نام اور شہرہ دنیا سے مٹادیا جائے۔ امام صاحب کو جیسا کہ اوپر لکھا جاچکا ہے دنیوی جاہ وجلال کے ساتھ علمی فضل وکمال بھی حاصل تھا یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ آپ کے حاسد اور مخالف نہ ہوں۔ ہراۃ کا فرقہ کرامیہ جو امام صاحب کا سخت مخالف اور جانی دشمن تھا ہمیشہ اس فکر میں لگا رہتا کہ کس طرح آپ کو دنیا سے مٹادیا جائے چنانچہ ایک دفعہ موقع پاکر آپ کو زہر دے دیا جس کے صدمہ سے آپ جانبر نہ ہوسکے اور اس صدمہ میں عیدالفطر کے دن ۶۰۶ھ میں بمقام ہراۃ راہی ملک بقا ہوئے۔ انا للہ الخ

جشن صحیح بخاری

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اپنی سابقہ شاندار روایات کے مطابق اس سال بھی دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں صحیح بخاری شریف کے ختم کا جشن ہوا۔ ۲۲ رجمادی الثانی ۱۳۶۱ھ مطابق ۷ رجولائی ۱۹۴۲ء بروز سہ شنبہ بوقت صبح مدرسہ کے تمام مدرسین وطلبہ حضرت شیخ الحدیث کی درسگاہ میں جمع ہوگئے۔ آٹھویں جماعت کے ایک طالب علم نے بخاری شریف کے آخری باب کی قرأت کی۔ پھر مولانا موصوف نے اس کے ایک ایک گوشہ پر پرمغز اور مبسوط تقریر فرمائی تقریباً آدھ گھنٹہ تک یہ فاضلانہ درس جاری رہا۔ حاضرین کی پرخلوص دعاؤں کے بعد عالی ہمت مہتمم صاحب کی طرف سے تمام حضرات کی خدمت میں شیرینی پیش کی گئی جو خاص اس موقع کیلئے مخصوص اہتمام کے ساتھ تیار کرائی گئی تھی۔

اللہ تعالیٰ ان کی یہ خدمتیں قبول فرمائے اور مزید نیکیوں کی توفیق بخشے۔ آمین۔